Dar-ul-ifta Ahl-e-sunnat
دار الافتاء اہلسنت
دارالافتاء اہلِ سنّت (دعوتِ اسلامی) مسلمانوں کی شرعی راہنمائی میں مصروفِ عمل ہے، تحریراً، زبانی، فون اور دیگر ذرائع سے
ملک و بیرونِ ملک سے ہزارہا مسلمان شرعی مسائل دریافت کرتے ہیں، جن میں سے دو منتخب فتاویٰ ذیل میں درج کیے جا رہے ہیں۔

اسلامی بہنوں کے شرعی مسائل

فہرست

دار الافتاء اہلسنت (دعوتِ اسلامی)

Dar-ul-ifta Ahl-e-sunnat

ریفرنس نمبر: Pin 5797　　بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ　　تاریخ: 16-09-2018

میاں بیوی کے حقوق

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ

(1) بیوی کے شوہر پر کیا کیا حقوق ہیں اور کیا شوہر کا بیوی کو ہر بات بتانا ضروری ہے؟ مثلا کہاں گئے تھے؟ کیوں گئے تھے؟ وغیرہ وغیرہ۔

(2) کیا شادی کے بعد دیگر رشتہ داروں کے حقوق ختم یا کم ہو جاتے ہیں کہ اب بیوی آگئی ہے، سب حقوق اِسی کے ہوں گے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

(1) انسان کے قریبی ترین تعلقات میں سے میاں بیوی کا تعلق ہے، حتی کہ ازدواجی تعلق انسانی تمدّن کی بنیاد ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اِس رشتہ کو اپنی قدرت کی نشانیوں میں شمار فرمایا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿ وَ مِنۡ اٰیٰتِہٖۤ اَنۡ خَلَقَ لَکُمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِکُمۡ اَزۡوَاجًا لِّتَسۡکُنُوۡۤا اِلَیۡہَا وَ جَعَلَ بَیۡنَکُمۡ مَّوَدَّۃً وَّ رَحۡمَۃً ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّتَفَکَّرُوۡنَ ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور اُس کی نشانیوں سے ہے کہ تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے کہ ان سے آرام پاؤ اور تمہارے آپس میں محبت اور رحمت رکھی۔ بے شک اِس میں نشانیاں ہیں دھیان کرنے والوں کے لیے۔ (سورۃ الروم، پارہ 21، آیت 21)

اِس رشتے کی اہمیت کے پیشِ نظر قرآن و حدیث میں شوہر کے بیوی پر اور بیوی کے شوہر پر کئی حقوق بیان فرمائے گئے ہیں، جن کو پورا کرنا میاں بیوی میں سے ہر ایک کی شرعی ذمہ داری بنتی ہے۔ بیوی کے شوہر پر درج ذیل حقوق بیان کیے گئے ہیں:

(۱) نان ونفقہ: بیوی کے کھانے، پینے وغیرہ ضروریاتِ زندگی کا انتظام کرنا شوہر پر واجب ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿ وَعَلَی الۡمَوۡلُوۡدِ لَہٗ رِزۡقُہُنَّ وَ کِسۡوَتُہُنَّ بِالۡمَعۡرُوۡفِ ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور جس کا بچہ ہے، اُس پر عورتوں کا کھانا اور پہننا (لباس) ہے حسبِ دستور۔ (سورۃ البقرۃ، پارہ 2، آیت 233)

(۲) سُکنیٰ: بیوی کی رہائش کے لیے مکان کا انتظام کرنا بھی شوہر پر واجب ہے اور ذہن میں رکھیں کہ یہاں مکان سے مراد علیحدہ گھر دینا نہیں، بلکہ ایسا کمرہ، جس میں عورت خود مختار ہو کر زندگی گزار سکے، کسی کی مداخلت نہ ہو، ایسا کمرہ مہیّا کرنے سے بھی یہ واجب ادا ہو جائے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَ لَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ﴾ ترجمہ کنزالایمان: عورتوں کو وہاں رکھو، جہاں خود رہتے ہو اپنی طاقت بھر اور اُنہیں ضرر نہ دو کہ اُن پر تنگی کرو۔

(سورۃ الطلاق، پارہ28، آیت6)

(۳) مہر ادا کرنا: بیوی کا مہر ادا کرنا بھی بیوی کا حق اور شوہر پر واجب ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَ اٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور عورتوں کو اُن کے مہر خوشی سے دو۔ (سورۃ النساء، پارہ4، آیت4)

(۴) نیکی کی تلقین اور برائی سے ممانعت: شوہر پر بیوی کا یہ بھی حق ہے کہ اُسے نیکی کی تلقین کرتا رہے اور برائی سے منع کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کو حکم ارشاد فرمایا ہے کہ خود اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچائیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا﴾ ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو! اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ۔ (سورۃ التحریم، پارہ28، آیت6)

(۵) حسنِ معاشرت: ہر معاملے میں بیوی سے اچھا سُلوک رکھنا بھی ضروری ہے کہ اِس سے محبت میں اضافہ ہو گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور اُن (بیویوں) سے اچھا برتاؤ کرو۔

(سورۃ النساء، پارہ4، آیت19)

امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ شوہر پر بیوی کے حقوق بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: ”مرد پر عورت کا حق نان ونفقہ دینا، رہنے کو مکان دینا، مہر وقت پر ادا کرنا، اُس کے ساتھ بھلائی کا برتاؤ رکھنا، اُسے خلافِ شرع باتوں سے بچانا۔“

(فتاوی رضویہ، ج24، ص379، 380، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

البتہ عورت پر بھی ضروری ہے کہ شوہر کے حقوق ادا کرے اور اللہ و رسول (عزوجل و صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کے حقوق کے بعد بیوی پر سب سے بڑھ کر حق کہ اپنے ماں باپ سے بھی بڑھ کر شوہر کا حق ہے۔

حضرت سیّدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بارگاہ رسالت میں عرض کی: ”ای الناس اعظم حقا علی المرأۃ؟“ ترجمہ: عورت پر جن لوگوں کے حقوق ہیں، اُن میں سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”زوجھا“ ترجمہ: اُس کے شوہر کا۔ (المستدرک علی الصحیحین، ج4، ص167، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ شوہر کے حقوق کے بارے میں فرماتے ہیں: ”اور عورت پر مرد کا حق خاص امورِ متعلقہ زوجیت (ازدواجی زندگی سے متعلق، جو بھی حقوق ہیں، اُن) میں اللہ و رسول (عزوجل و صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بعد

تمام حقوق حتی کہ ماں باپ کے حق سے زائد ہے۔ اِن امور میں اُس کے احکام کی اطاعت اور اُس کے ناموس کی نگہداشت عورت پر فرض اہم ہے۔" (فتاوی رضویہ، ج24، ص380، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

اور شوہر پر ضروری نہیں کہ ہر بات بیوی کو بتائے کہ کہاں گئے تھے؟ کیوں گئے تھے؟ وغیرہ وغیرہ، کیونکہ مرد حاکم (افسر) ہے، نہ کہ محکوم (ملازم) کہ بیوی کے سامنے اپنے ہر کام کا جواب دہ ہو، لہٰذا اگر کسی حکمت کے پیشِ نظر یا ویسے بھی اگر شوہر اِن باتوں کا جواب نہ دے، تو شرعا مجرم نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ﴾ ترجمہ کنزالایمان: مرد افسر ہیں عورتوں پر۔ (سورۃالنساء، پارہ5، آیت34)

لیکن یہ یاد رہے کہ باہم صلح صفائی اور تعاون سے رہنے میں عافیت ہوتی ہے، ورنہ بہت سی چیزوں میں بیوی بھی جواب دہ نہیں ہوتی۔ جب ان چیزوں کی باری آئے گی، تو پھر شوہر کی حالت دیکھنے والی ہوتی ہے، لہٰذا بیوی کو شک وشبہ میں ڈالنے سے بہتر ہے کہ مناسب انداز میں جواب دے اور بیوی کو چاہیے کہ بلاوجہ تھانیدار بننے کی کوشش نہ کرے۔

(2) جی نہیں! بلکہ جن لوگوں مثلاً ماں باپ، بہن بھائی وغیرہ کے جو جو حقوق شرعاً اِس پر لازم ہیں، شادی کے بعد بھی اُن حقوق کی ادائیگی ضروری ہوگی، کیونکہ اسلام میں ہر صاحبِ حق کے حق کو ادا کرنے کا حکم ہے۔

حضرتِ سیّدنا سلمان رضی اللہ عنہ نے حضرتِ سیّدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "ان لربک علیک حقا ولنفسک علیک حقا ولاھلک علیک حقا فاعط کل ذی حق حقہ" ترجمہ: بے شک تمہارے رب (تعالیٰ) کا تم پر حق ہے اور تمہاری جان کا تم پر حق ہے اور تمہارے اہل وعیال کا بھی تم پر حق ہے، تو ہر صاحبِ حق کا حق ادا کرو۔

جب اِس بات کی خبر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچی، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "صدق سلمان" ترجمہ: سلمان (رضی اللہ عنہ) نے سچ کہا۔ (صحیح البخاری، ج1، ص264، مطبوعہ کراچی)

لیکن یہ بات واضح ہے کہ شادی کے بعد شوہر کو جتنا وقت بیوی کو دینا پڑتا ہے، وہ بقیہ افراد کے حصے سے کم ہو جاتا ہے، ایسی چیزوں پر ہرگز اعتراض اور طعن نہیں کرنا چاہیے۔ اصل میں معاملہ شوہر کی سمجھ داری پر ہے کہ سب کو ساتھ لے کر کیسے چلتا ہے۔

واللہ اعلم عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبــــــــــــــــہ

ابو الصالح مفتی محمد قاسم قادری

05محرم الحرام1440ھ/16ستمبر2018ء

دار الافتاء اہلسنت (دعوتِ اسلامی)

Dar-ul-ifta Ahl-e-sunnat

ریفرنس نمبر: Lar6750　　بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ　　تاریخ: 24-08-2017

طلاق کے بارے میں غلط فہمیاں

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ آج کل طلاق دینے کا رجحان بہت زیادہ بڑھ گیا ہے۔ چھوٹی چھوٹی سی بات پر لوگ زبانی، تحریری یا فون پر اکٹھی تین طلاقیں دے دیتے ہیں اور بعد میں بہت پریشان ہوتے ہیں اور دوبارہ صلح کی کوشش کرتے ہیں۔ آپ سے گزارش ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں ارشاد فرمائیں کہ شوہر نے اگر صریح الفاظ میں تین طلاقیں دے دی ہوں، تو کیا وہ تینوں نافذ ہو جاتی ہیں یا نہیں؟ رجوع کی کوئی صورت ہے یا نہیں؟ اگر تین طلاقوں کے بعد بغیر حلالہ کے رجوع ممکن نہیں، تو حلالہ کا طریقہ ارشاد فرمادیں۔ نیز تین طلاقیں ہو جانے کے باوجود لڑکا لڑکی اکٹھے رہیں، تو ان کا یوں رہنا کیسا ہے؟ گھر والوں، رشتہ داروں، دوست احباب، اہل محلہ کو کیا کرنا چاہیے؟

بعض لوگوں نے طلاق جیسے اہم شرعی مسئلہ میں کچھ باتیں گھڑی ہوئی ہوتی ہیں، جو درج ذیل ہیں:

(1) غصہ میں طلاق نہیں ہوتی۔ (2) عورت جب تک نہ سنے، طلاق نہیں ہوتی۔ (3) عورت قبول نہ کرے، تو طلاق نہیں ہوتی۔ (4) طلاق دیتے وقت گواہ نہ ہوں، تو طلاق نہیں ہوتی۔ (5) جب تک لکھ کر نہ دو، طلاق نہیں ہوتی۔ (6) بعض کہتے ہیں کہ ساٹھ بندوں کو کھانا کھلا دو، تو دی ہوئی طلاقیں ختم ہو جاتی ہیں۔ (7) کورٹ والے کہتے ہیں کہ نوے دن کے اندر صلح ہو سکتی ہے چاہے جتنی بھی طلاقیں دی ہوں۔ (8) یونین کونسل والے کہتے ہیں کہ جب تک ہم طلاق کو نافذ نہ کریں، تب تک طلاق نہیں ہوتی اگرچہ جتنا مرضی وقت گزر جائے۔ (9) بعض کہتے ہیں کہ حمل میں طلاق نہیں ہوتی۔ (10) بعض لوگ واضح طور پر صریح الفاظ کے ساتھ تین طلاقیں دینے کے بعد کہتے ہیں کہ میری طلاق دینے کی نیت نہیں تھی، اس لیے طلاق نہیں ہوئی۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں ان باتوں کا مختصر جواب تحریر فرمادیں تاکہ مسلمان شرعی حکم پر عمل پیرا ہو سکیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

شرعی طور پر جب تین طلاقیں ہو جائیں اگرچہ یہ طلاقیں لڑائی کے سبب ہوں یا بلاوجہ یا فون پر دی جائیں یا زبانی یا تحریری، بہر صورت عورت مرد پر حرام ہو جاتی ہے اور بغیر حلالہ کے رجوع کی کوئی صورت نہیں ہوتی۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنۡۢ بَعۡدُ حَتّٰى تَنۡكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهٗ﴾ ترجمہ کنزالایمان: پھر اگر تیسری طلاق اسے دی، تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہو گی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔ (پارہ 2، سورۃ البقرہ، آیت 230)

حلالہ شرعیہ کی صورت یہ ہے کہ طلاق کی عدت پوری ہو جانے کے بعد وہ عورت کسی اور سے نکاحِ صحیح کرے اور دوسرے شوہر سے بعد از صحبت طلاق ہو جائے یا دوسرا شوہر فوت ہو جائے، تو عورت عدت گزار کر پہلے شوہر سے نکاح کر سکتی ہے۔ قرآن پاک میں ہے: ﴿فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنۡۢ بَعۡدُ حَتّٰى تَنۡكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهٗ ؕ فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡهِمَاۤ اَنۡ يَّتَرَاجَعَاۤ﴾ ترجمہ کنزالایمان: پھر اگر تیسری طلاق اسے دی، تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہو گی، جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے، پھر وہ دوسرا اگر اسے طلاق دے دے، تو ان دونوں پر گناہ نہیں کہ پھر آپس میں مل جائیں۔ (پارہ2، سورۃ البقرہ، آیت 230)

اگر میاں بیوی تین طلاقوں کے باوجود بغیر حلالہ کے رجوع کریں، تو سخت گناہ گار و زانی ہوں گے۔ گھر والوں، رشتہ داروں اور اہل محلہ پر لازم ہے کہ وہ حسبِ استطاعت ان کو اکٹھے رہنے سے روکیں۔ اگر یہ دونوں باز نہ آئیں، تو ان سے قطع تعلقی کرنا چاہیے۔ مفتی محمد وقارالدین قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "جس شخص نے مطلقہ ثلاثہ کو اپنے پاس رکھا ہے، وہ حرام کاری میں مبتلا ہوا۔ اہل محلہ اور رشتہ داروں کو اس سے ملنا جلنا ناجائز و گناہ تھا، جب تک وہ اس عورت کو اپنے سے جدا نہ کر دے اور بالاعلان توبہ نہ کرے۔"

(وقار الفتاوی، جلد3، صفحہ165، بزم وقار الدین، مطبوعہ کراچی)

طلاق کے حوالے سے جو سائل نے لوگوں کی باتیں لکھی ہیں، واقعی یہ عموماً سننے کو ملتی ہیں، جو کہ بالکل غلط اور خود ساختہ ہیں۔ مذکورہ صورتوں میں سے کسی ایک صورت کو دلیل بنانا، ناجائز اور لوگوں کا طلاق جیسے اہم مسئلہ میں اس میاں بیوی کو یہ باتیں بتلا کر رجوع کی ترغیب دینا حرام ہے۔ جس شخص کو طلاق کے مسائل کا شرعی علم نہیں، اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ طلاق کے مسئلہ میں اپنی رائے دے، کیونکہ بغیر علم کے فتوی دینا حرام ہے۔ حدیث پاک میں ہے "من افتی بغیر علم لعنتہ ملئکۃ السماء والارض۔ رواہ ابن عساکر عن امیر المؤمنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ" یعنی جو بغیر علم کے فتوی دے، اس پر آسمان و زمین کے فرشتے لعنت کرتے ہیں۔ اسے ابن عساکر نے امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (کنز العمال، جلد10، صفحہ193، حدیث29018، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

مختصراً ان صورتوں کا جواب دیا جاتا ہے، جو لوگوں نے گھڑ لی ہیں:

(1) **غصہ میں طلاق:** غصہ میں طلاق ہو جاتی ہے، بلکہ اکثر طلاق ہوتی ہی غصہ میں ہے۔ کوئی پیار سے طلاق نہیں دیتا۔ امام اہل سنت اعلی حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ اللہ الحنان فرماتے ہیں: " **غصہ مانعِ وقوعِ طلاق نہیں**، بلکہ اکثر وہی طلاق پر حامل ہوتا ہے، تو اسے مانع قرار دینا گویا حکمِ طلاق کا راساً ابطال ہے۔ (فتاوی رضویہ، جلد12، صفحہ383، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(2) **عورت کا طلاق سننا:** جب شوہر طلاق دے، اسی وقت طلاق ہو جاتی ہے، عورت کا سننا ضروری نہیں۔ فتاوی رضویہ میں ہے: "طلاق کے لیے **زوجہ خواہ کسی دوسرے کا سننا ضرور نہیں**، جبکہ شوہر نے اپنی زبان سے الفاظ طلاق ایسی آواز سے کہے، جو اس کے کان تک پہنچنے کے قابل تھے (اگرچہ کسی غل شور یا ثقل سماعت کے سبب نہ پہنچے) عند اللہ طلاق ہو گئی۔ عورت کو خبر ہو، تو وہ بھی اپنے آپ کو مطلقہ جانے۔"

(فتاوی رضویہ، جلد12، صفحہ362، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(3) **عورت کا طلاق قبول کرنا:** شوہر کے طلاق دیتے ہی طلاق ہو جاتی ہے، عورت کا طلاق قبول کرنا، شرط نہیں۔ امام احمد رضا خان علیہ

رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: ”اگر واقع میں اس شخص نے یہ خط آپ کو لکھا یا دوسرے کو عبارت مذکورہ بتا کر لکھوایا کہ میری عورت کی نسبت یہ الفاظ لکھ دے، تو جس وقت اس کے قلم یا زبان سے یہ لفظ نکلے، اسی وقت سے عورت پر ایک طلاق پڑگئی اور اسی وقت سے عدّت کا شمار ہوگا اگرچہ یہ خط بڑودہ (سوال میں مذکور جگہ کا نام) نہ پہنچتا یا وہ خود ہی لکھ کر نہ بھیجتا یا مکتوب الیہم (جن کی طرف خط لکھا گیا) عورت کو نہ سُناتے کہ جو الفاظِ طلاق لکھے یا بتائے جب **ان میں کوئی شرط نہیں کہ یہ خط جب پہنچے یا سنایا جائے، اس وقت طلاق ہو**، تو ان کا لکھنا یا بتانا ہی طلاق کا موجب ہو گیا۔ بھیجنے، پہنچنے، سنانے پر توقف نہ رہا۔“ **(فتاوی رضویہ، جلد12، صفحہ447، رضافاؤنڈیشن، لاہور)**

(4) طلاق دیتے وقت گواہوں کا ہونا: طلاق میں گواہوں کا ہونا ضروری نہیں۔ فتاوی رضویہ میں ہے: ”شوہرِ اول طلاق دینے کا مقر (اقرار کرتا) ہے، مگر عذر صرف یہ کرتا ہے کہ طلاق خفیہ دی، چار اشخاص کے سامنے نہ دی، لہٰذا اپنی جہالت سے طلاق نہ ہونا سمجھتا ہے، اگر ایسا ہے، تو اس کا دعوٰی غلط باطل ہے، طلاق بالکل تنہائی میں دے، جب بھی ہو جاتی ہے۔“

(فتاوی رضویہ، جلد12، صفحہ366، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

(5) بغیر تحریر کے فقط زبان سے طلاق دینا: شرعی طور پر طلاق زبان سے دی جائے یا تحریری، دونوں صورتوں میں طلاق ہو جاتی ہے۔ مفتی اعظم ہند حضرت مصطفی رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: ”جب تین بار اس نے زبانی طلاق دے دی اور اس کا اسے اقرار ہے کہ اس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں، صرف یہ شبہ ہے کہ بلا تحریر دی ہے، لہٰذا نہ ہوئیں، تو عورت پر تینوں طلاقیں ہو جانے کا حکم ہے۔ عورت اب اس پر ہمیشہ ہمیشہ کو حرام ہو گئی کہ بے حلالہ اب کبھی اس پر حلال نہیں ہو سکتی۔ یہ بے ہودہ عذر عدمِ تحریر محض باطل، بالکل ناکارہ اور مردود ہے۔ **طلاق ہو جانے کے لیے تحریر ہرگز لازم نہیں۔**“ **(فتاوی مصطفویہ، صفحہ366، شبیر برادرز، لاہور)**

(6) ساٹھ بندوں کو کھانا کھلانا: تین طلاقوں کے بعد سوائے حلالہ کے کوئی صورت رجوع کی نہیں ہے۔ ساٹھ تو کیا ہزار مساکین کو بھی کھانا کھلا دیا جائے، تب بھی عورت حرام رہے گی۔ **طلاق ثلاثہ کا تحقیقی جائزہ** میں ہے: ”بعض لوگ حیلے بہانے بنانے کی کوشش کرتے ہیں، نفس کہے گا شریعت میں اتنی سختی نہیں، لہٰذا غلطی سے یا پتہ نہ ہو، تو طلاق نہیں ہوتی، بعض رشتہ دار دوست احباب اسے کہتے ہیں: ” **ساٹھ مساکین کو کھانا کھلا دو رجوع ہو جائے گا**“، بعض کہتے ہیں: ” غصے اور حمل کی حالت میں طلاق نہیں ہوتی، جب تک بیوی نہ سنے یا طلاق نامہ وصول نہ کرے، طلاق ہوتی ہی نہیں“ حالانکہ یہ سب غلط ہے۔“

(طلاق ثلاثہ کا تحقیقی جائزہ، صفحہ12، مکتبہ اشاعۃ الاسلام، لاہور)

(7) نوے دن کے اندر صلح: ایک یا دو صریح طلاق دی ہو، تو عدت کے اندر رجوع ہو سکتا ہے، لیکن تین طلاقوں کے بعد قرآن کا واضح حکم ہے کہ بغیر حلالہ رجوع نہیں۔ نوے دن کے اندر صلح کو کہنا عورت کو کھیل بنانا ہے کہ شوہر جب چاہے طلاقیں دے اور پھر نوے دن کے اندر رجوع کر لے۔ زمانہ جاہلیت میں یہی ظلم تو عورتوں پر ہوتا تھا کہ کئی طلاقیں دینے کے بعد عدت کے اندر رجوع کر لیتے تھے۔ اللہ

عزوجل نے اس ظلم کو ختم کرتے ہوئے فقط دو طلاقوں تک رجوع کی اجازت دی۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے: ”عن عائشة قالت لم يكن للطلاق وقت، يطلقُ الرجل امرأته ثم يراجعها ما لم تنقض العدة وكان بين رَجل من الأنصار وبين أهله بعضُ ما يكون بين الناس فقال والله لأتركنك لا أيِّمًا ولا ذات زوج، فجعل يطلقها حتى اذا كادت العدة أن تنقضى راجعها، ففعل ذلك مرارًا، فأنزل الله عز وجل فيه ﴿الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمۡسَاكٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ أَوۡ تَسۡرِيۡحٌۢ بِإِحۡسَانٍ﴾ فوقَّتَ الطلاق ثلاثًا لا رجعة فيه بعد الثالثة حتى تنكح زوجًا غيره“ ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ پہلے طلاق کا کوئی وقت نہ تھا۔ شوہر بیوی کو طلاق دیتا، پھر عدت پوری ہونے سے قبل رجوع کر لیتا۔ انصار میں سے ایک میاں بیوی کی باہم ناچاقی ہوئی، تو شوہر نے بیوی سے کہا: اللہ کی قسم میں تجھے نہ بیوی اور نہ طلاق یافتہ رہنے دوں گا۔ وہ اپنی بیوی کو طلاق دیتا اور عدت پوری ہونے سے قبل رجوع کر لیتا۔ اس نے ایسا بار بار کیا، تو اللہ عزوجل نے یہ حکم نازل فرمایا: یہ طلاق دو بار تک ہے، پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا اچھے سلوک کے ساتھ چھوڑ دینا ہے، تو تین طلاقوں تک حد قائم کر دی گئی کہ تین طلاقوں کے بعد رجوع نہیں۔ یہاں تک کہ بیوی دوسرے سے نکاح و صحبت نہ کرے۔ (یعنی حلالہ نہ کر لے)

(تفسیر ابن کثیر، جلد1، صفحہ546، مطبوعہ پشاور)

(8) یونین کونسل والوں کا طلاق نافذ کرنا: یونین کونسل والوں کا کہنا کہ ”جب تک ہم طلاق نافذ نہ کریں گے، طلاق نہیں ہوگی“ یہ جہالت اور شریعت پر افتراء ہے، قرآن و حدیث میں تو ایسا کچھ نہیں فرمایا گیا۔ یونین کونسل والے اب چند سالوں میں وجود میں آئے ہیں، ان سے صدیوں پہلے تک جو زبانی نکاح و طلاق ہوا کرتے تھے اور طلاق کے بعد عورت آگے دوسرے شخص سے نکاح کرتی تھی، کیا وہ سب حرام تھا؟

(9) حمل میں طلاق: حاملہ کو بھی طلاق ہو جاتی ہے اور اس کی عدت وضع حمل ہے۔ یہی قرآن و حدیث کا فیصلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حاملہ عورتوں کی خود عدت بیان کی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَ اُولَاتُ الۡاَحۡمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنۡ يَّضَعۡنَ حَمۡلَهُنَّ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور حمل والیوں کی میعاد یہ ہے کہ وہ اپنا حمل جَن لیں۔ **(پارہ28، سورۃ الطلاق، آیت4)**

سنن کبری للبیہقی میں ہے: ”عن أم كلثوم بنت عقبة أنها كانت تحت الزبير فطلقها وهي حامل فذهب الى المسجد فجاء وقد وضعت ما في بطنها فأتى النبي صلى الله عليه وسلم فذكر له ما صنع فقال: بلغ الكتاب أجله“ ترجمہ: حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ وہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں تھیں، انہوں نے حمل کی حالت میں انہیں طلاق دے دی۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ مسجد نبوی کی طرف آ رہے تھے، وہ مسجد میں پہنچے، تو ام کلثوم نے اپنے پیٹ میں موجود بچے کو پیدا کیا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اپنا معاملہ عرض کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کتاب اپنی مدت کو پہنچ گئی۔ (یعنی قرآن میں حاملہ کی عدت بچہ پیدا ہونا ہے، وہ عدت پوری ہو گئی۔)

(سنن کبری للبیہقی، باب عدة الحامل المطلقة، جلد3، صفحہ154، مطبوعہ کراچی)

(10) **طلاق دیتے وقت نیت:** جب صریح الفاظ کے ساتھ تین طلاقیں دی جائیں، تو نیت ہو یا نہ ہو بہر صورت تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔ اگر نکاح و طلاق میں اس قسم کی نیتوں کا اعتبار کیا جائے، تو احکام معطل ہو جائیں۔ جیسے کوئی شادی کے ایک سال بعد بیوی سے کہے کہ میں نے گھر والوں کے کہنے پر بغیر نیت ہی تمہارے ساتھ نکاح کیا تھا یا کوئی بیوی کو طلاق دے، جب وہ عدت گزار کر کسی دوسرے سے نکاح کر لے، تو پہلا شوہر کہے: میں نے تو بغیر نیت طلاق دی تھی۔ الغرض نکاح و طلاق مذاق بن کر رہ جائیں گے۔ شرح السنہ للبغوی میں ہے: "اتفق أهل العلم على أن طلاق الهازل يقع واذا جرى صريح لفظ الطلاق على لسان العاقل البالغ لا ينفعه أن يقول كنت فيه لاعبا أو هازلا لأنه لو قبل ذلك منه لتعطلت الأحكام "ترجمہ: اہل علم اس پر متفق ہیں کہ مذاق میں بھی طلاق ہو جاتی ہے۔ اگر عاقل بالغ آدمی کی زبان پر صریح طلاق کے الفاظ جاری ہوں، تو بعد میں اس کا یہ کہنا اسے نفع نہیں دے گا کہ میں نے یہ کھیل کے طور پر یا مذاق کے طور پر کہا ہے۔ اس لیے کہ اگر اس عذر کو قبول کر لیا جائے، تو پھر احکام معطل ہو کر رہ جائیں گے۔

(شرح السنة، باب الطلاق على الهزل، جلد9، صفحه220، مطبوعه بيروت)

نوٹ! یہ بات یاد رہے کہ طلاق کے مسئلہ میں علمائے کرام کی یہی کوشش ہوتی ہے کہ کسی شرعی طریقہ سے میاں بیوی کا گھر بچ جائے، لیکن جب بچت کی کوئی صورت نہ ہو، تو عالم ایسا نہیں کر سکتا کہ بغیر شرعی دلیل کے میاں بیوی کی صلح کروا دے، لہٰذا تین طلاقیں دینے کے بعد علماء سے بدظن نہ ہوا جائے کہ یہ بچت کی کوئی صورت نہیں نکالتے۔ علماء کرام کو کیا ضرورت ہے کسی کا گھر خراب کرنے کی؟ علماء کی ذمہ داری شرعی حکم بیان کرنا ہے نہ کہ کسی کا گھر بچانے کی خاطر اپنی آخرت خراب کرنا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: " من أسوأ الناس منزلة من أذهب آخرته بدنيا غيره " ترجمہ: لوگوں میں سب سے بڑا بدبخت وہ شخص ہے، جو غیر کی دنیا کے لیے اپنی آخرت خراب کرے۔

(شعب الایمان، باب فی اخلاص العمل، جلد5، صفحه358، دار الکتب العلمیه، بیروت)

واللہ اعلم عزوجل **و رسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــه

المتخصص فی الفقه الاسلامی

ابو احمد محمد انس رضا عطاری

01ذو الحجه1438ھ/24اگست 2017ء

الجواب صحیح

محمد ہاشم خان عطاری مدنی

ریفرنس نمبر: Har 5072　　بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ　　تاریخ: 05-12-2018

عدتِ وفات کی مدت اور اس میں پردے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے شوہر کا انتقال ہو چکا ہے۔ انتقال کی انگریزی تاریخ 2018-10-21 اور چاند کی تاریخ 12 صفر المظفر 1440 ہے۔ اس تاریخ کے حساب سے آپ ہمیں بتادیں کہ عدت کتنی ہوگی اور یہ بھی بتادیں کہ عدت میں کس کس سے پردہ کرنا ہوگا؟

نوٹ! عورت حاملہ نہیں ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

غیر حاملہ عورت کے شوہر کا انتقال اسلامی مہینے کی پہلی تاریخ کو ہو، تو وفات کی عدت چاند کے حساب سے چار ماہ اور دس دن ہے اگرچہ مہینے تیس سے کم کے ہوں۔ اگر انتقال اسلامی مہینے کی پہلی تاریخ کے علاوہ کسی اور دن ہو، تو عدتِ وفات پورے ایک سو تیس دن ہے، مہینوں کا اعتبار نہیں ہوگا۔ صورت مستفسرہ میں آپ کے شوہر کا انتقال چونکہ اسلامی مہینے صفر المظفر کی پہلی تاریخ کو نہیں، بلکہ بارہ کو ہوا، لہٰذا وقتِ وفات سے پورے ایک سو تیس دن آپ کی عدت ہے۔ ایک سو تیس دنوں کے اعتبار سے آپ کی عدت 28 فروری 2019 کو ختم ہوگی۔ یاد رہے احکامات شرعیہ میں اعتبار اسلامی ماہ کا ہوتا ہے، مگر دنوں کے لحاظ سے عیسوی تاریخ کا حساب اس لیے بتایا ہے تاکہ یاد رہنا آسان ہو۔

اللہ تبارک وتعالی قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَالَّذِیۡنَ یُتَوَفَّوۡنَ مِنۡکُمۡ وَیَذَرُوۡنَ اَزۡوَاجًا یَّتَرَبَّصۡنَ بِاَنۡفُسِہِنَّ اَرۡبَعَۃَ اَشۡہُرٍ وَّعَشۡرًا﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور تم میں جو مریں اور بیبیاں چھوڑیں، وہ چار مہینے دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں۔

(القرآن، پارہ نمبر 2، سورۃ البقرۃ، آیت نمبر 234)

تنویر الابصار ودر مختار میں ہے: "(و) العدة (للموت أربعة أشهر) بالأهلة لو في الغرة (وعشرة) من الأيام" اور موت کی عدت چاند کے حساب سے چار ماہ اور دس دن ہے، اگر (انتقال) پہلی تاریخ میں ہو۔

(تنویر الابصار ودر مختار مع رد المحتار، ج 5، ص 190، مطبوعہ کوئٹہ)

عالمگیری میں ہے: " اذا وجبت العدة بالشهور فی الطلاق والوفاة فان اتفق ذلک فی غرة الشهر اعتبرت الشهور بالاهلة وان نقص العدد عن ثلاثين يوماً وان اتفق ذلک فی خلاله فعند أبی حنيفة رحمه الله تعالیٰ واحدی الروايتين عن أبی يوسف رحمه الله تعالی يعتبر فی ذلک عدد الايام تسعون يوماً فی الطلاق وفی الوفاة يعتبر مائة وثلاثون يوماً" جب طلاق اور وفات میں عدت مہینوں کے حساب سے ہو، تو اگر اس کا اتفاق ہو مہینے کی پہلی تاریخ میں، تو مہینوں کا اعتبار چاند کے حساب سے ہوگا

اگرچہ گنتی تیس دن سے کم ہو جائے اور اگر اس کا اتفاق ہو مہینے کے دوران، تو امام اعظم علیہ الرحمۃ اور امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ کی دو روایتوں میں سے ایک (کے مطابق) اس بارے میں ایام کی گنتی کا اعتبار ہو گا۔ طلاق میں تیس دن اور وفات میں ایک سو تیس دن کا اعتبار کیا جائے گا۔

(عالمگیری، ج1، ص527، مطبوعہ کوئٹہ)

صدر الشریعہ بدر الطریقہ مولانا مفتی امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: ''موت کی عدت چار مہینے دس دن ہے یعنی دسویں رات بھی گزر لے۔ پھر موت پہلی تاریخ کو ہو، تو چاند سے مہینے لیے جائیں ورنہ حرہ کے لیے ایک سو تیس دن اور باندی کے لیے پینسٹھ دن۔ ملخصاً''

(بہار شریعت، ج2، ص238،237، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

عدت یا علاوہ عدت کے پردے کے احکام میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ بعض لوگ بر بنائے جہالت یہ سمجھتے ہیں کہ صرف عدت میں پردہ کے خصوصی احکام ہوتے ہیں، وہ سخت غلطی پر ہیں۔ عدت و غیر عدت میں نسبی، صہری اور رضاعی محارم کے علاوہ سب غیر محارم سے پردہ واجب ہے۔ اس میں ضابطہ یہ ہے کہ غیر محارم سے مطلقاً پردہ واجب۔ محارم نسبی یعنی سگا بھائی، بیٹا، چچا، ماموں اور والد وغیرہ سے پردہ نہ کرنا واجب، اگر ان سے پردہ کرے گی، تو گنہگار ہو گی، جبکہ صہری محارم جیسے سسر اور داماد وغیرہ، یونہی رضاعی محارم جیسے رضاعی بھائی اور رضاعی والد وغیرہ سے پردہ کرنا واجب نہیں، پردہ کرے، تو بھی جائز ہے، نہ کرے، تو بھی جائز ہے، البتہ جوانی کی حالت میں یا احتمالِ فتنہ ہو، تو پردہ کرنا ہی مناسب ہے۔

عدت میں پردہ سے متعلق علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: '' وفی الموت تستر عن سائر الورثۃ ممن لیس بمحرم لھا'' اور وفات کی عدت میں عورت شوہر کے ان تمام ورثاء سے پردہ کرے گی کہ جو اس کے محرم نہیں ہیں۔

(ردالمحتار، ج5، ص230، مطبوعہ کوئٹہ)

سیدی اعلی حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: ''اس کا ضابطہ کلیہ ہے کہ نامحرموں سے پردہ مطلقاً واجب اور محارم نسبی سے پردہ نہ کرنا واجب۔ اگر کرے گی، تو گنہگار ہو گی اور محارم غیر نسبی مثل علاقۂ مصاہرت و رضاعت، ان سے پردہ کرنا اور نہ کرنا دونوں جائز، مصلحت و حالت پر لحاظ ہو گا۔ اسی واسطے علماء نے لکھا ہے کہ جوان ساس کو داماد سے پردہ مناسب ہے یہی حکم خسر اور بہو کا ہے۔''

(فتاوی رضویہ، ج22، ص240، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

حضرت علامہ مفتی محمد وقار الدین علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ''عدت اور غیر عدت میں پردہ کے احکامات میں کوئی فرق نہیں۔ قبلِ عدت جن لوگوں سے پردہ فرض ہے، دوران عدت بھی ان سے پردہ کرنا فرض ہے۔''

(وقار الفتاوی، ج3، ص158، مطبوعہ بزم وقار الدین، کراچی)

اللہ اعلم عزوجل و **رسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم

کتبـــــــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

ابو محمد محمد سرفراز اختر عطاری

26 ربیع النور 1440ھ/05 دسمبر 2018ء

الجواب صحیح

عبدہ المذنب ابو الحسن فضیل رضا عطاری

ریفرینس نمبر:pin 4008 | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | تاریخ:19.08.2015

عورت کا بلند آواز سے نعت پڑھنا کیسا؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ میلاد شریف کی ایسی محافل، جن میں صرف عورتیں ہی شریک ہوتی ہیں، ان میں عورتیں اتنی بلند آواز سے تلاوتِ قرآن مجید، نعت اور بیان کر سکتی ہیں کہ ان کی آواز محفل سے باہر غیر محرم مردوں تک جائے یا نہیں؟ وضاحت فرمادیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

سب سے پہلے یہ بات یاد رہے کہ نبی اکرم رسول محتشم محبوبِ ربِّ اکبر عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا میلاد منانا کثیر برکات وحسنات کا موجب ہے۔ اس کی فضیلت وبرکت قرآن پاک سے بھی خوب ظاہر ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں اپنی رحمت وفضل پر خوشی منانے کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔

اللہ تعالی عزوجل ارشاد فرماتا ہے:﴿ قُلۡ بِفَضۡلِ اللّٰہِ وَ بِرَحۡمَتِہٖ فَبِذٰلِکَ فَلۡیَفۡرَحُوۡا ہُوَ خَیۡرٌ مِّمَّا یَجۡمَعُوۡنَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: تم فرماؤ: اللہ عزوجل ہی کے فضل اور اسی کی رحمت اور اسی پر چاہیے کہ خوشی کریں، وہ ان کے سب دھن دولت سے بہتر ہے۔ (پارہ:11،سورۂ یونس، آیت:58)

اس آیت کریمہ میں اللہ عزوجل اپنی رحمت پر خوشی منانے کا حکم ارشاد فرمارہا ہے اور بلاشک وشبہ حضور پُرنور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالی کی بہت بڑی نعمت ہیں، جن کو اللہ تعالی نے تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا اور ان کے مبعوث فرمانے پر احسان بھی جتلایا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام جہانوں کے لیے رحمت ہونے کے بارے میں اللہ رب العزت کا فرمانِ ذیشان ہے:﴿ وَ مَاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا، مگر رحمت سارے جہاں کے لئے۔ (پارہ:17،سورۃ الانبیاء، آیت:107)

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا﴾ ترجمہ: کنزالایمان: بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا۔ (پارہ:4، سورۂ آل عمران، آیت:164)

پہلی آیت کریمہ میں سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رحمت ہونے اور دوسری میں نعمت ہونے کا ذکر ہے۔

پھر جب حضور علیہ الصلوۃ والسلام اللہ تعالی کی طرف سے عظیم رحمت و نعمت ہیں، تو ان کا میلاد منانا یعنی ان کے فضائل میں محافل کا اہتمام کرنا، اس میں اللہ تعالی کی نعمت کا اظہار و چرچا کرنا ہے اور خود اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمیں اظہارِ نعمت اور اس کا چرچا کرنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے: چنانچہ قرآن مجید میں ہے:﴿وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ﴾ ترجمہ کنزالایمان: اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔ (پارہ:30، سورۂ والضحی، آیت:11)

پھر حضور علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم کا میلاد منانا ایسی عظمت و فضیلت والا کام ہے کہ اس کی برکتیں نہ صرف مسلمانوں بلکہ کافروں کو بھی پہنچتی ہیں۔ جیسا کہ صحیح بخاری شریف میں ہے:" ثويبة مولاة لأبي لهب كان أبو لهب أعتقها, فأرضعت النبي صلى الله عليه و سلم، فلما مات أبو لهب أريه بعض أهله بشر حيبة، قال له: ما ذا لقيت؟ قال أبو لهب: لم ألق بعد كم غير أني سقيت في هذه بعتاقتي ثويبة" ترجمہ: ثویبہ ابولہب کی لونڈی تھی۔ ابولہب نے اسے آزاد کر دیا، پھر اس نے نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو دودھ پلایا، تو جب ابولہب مرا، تو اس کے بعض گھر والوں نے اسے برے حال میں دیکھا، تو اس نے ابولہب سے کہا: تم نے (ہم سے جدا ہونے کے بعد) کیا پایا؟ ابولہب نے کہا: تمہارے بعد میں نے کوئی بھلائی نہیں پائی، سوائے اس کے کہ مجھے اس انگلی سے ثویبہ لونڈی کو آزاد کرنے کے بدلے میں پانی پلایا جاتا ہے۔

(صحیح البخاری جلد2، ص270، مطبوعہ لاہور)

صحیح بخاری کی اس روایت کے تحت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:" اس حدیث میں میلاد شریف والوں کے لیے حجت ہے کہ جو تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شبِ ولادت میں خوشیاں مناتے اور مال خرچ کرتے ہیں۔ مطلب یہ کہ باوجودیکہ ابولہب کافر تھا اور اس کی مذمت قرآن میں نازل ہو چکی ہے، جب اس نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی میلاد کی خوشی کی اور اس نے اپنی باندی کو دودھ پلانے کی خاطر آزاد کر دیا، تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے حق تعالیٰ نے اسے اس کا بدلہ عنایت فرمایا۔ (مدارج النبوۃ جلد2 ص34، مطبوعہ ضیاء القرآن، کراچی)

نیز جہاں تک عورتوں کا میلاد کی محافل و مجالس میں نعتیں، بیانات و قرآن پاک پڑھنے کی بات ہے، تو ان کا میلاد و دیگر ذکر و اذکار کی محافل منعقد کرنا بھی جائز و موجبِ اجر و ثواب ہے، لیکن اس میں اس بات کا لحاظ رکھا جائے کہ عورت کی آواز نامحرموں

تک نہ جائے، ورنہ یعنی اگر عورت کی آواز اتنی بلند ہو کے غیر محرموں کو اس کی آواز پہنچے گی، تو اس کا اتنی بلند آواز سے پڑھنا ناجائز وگناہ ہو گا خواہ اس کا یہ پڑھنا گلی میں ہو یا کھلے کمرے یا کسی اور جگہ کہ عورت کی خوش الحانی اجنبی سنے، محل فتنہ ہے اور اسی وجہ سے ناجائز ہے۔ چنانچہ سیدی اعلی حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں: " ناجائز ہے کہ عورت کی آواز بھی عورت ہے اور عورت کی خوش الحانی کہ اجنبی سنے محل فتنہ ہے۔"

(فتاوی رضویہ جلد22، ص240، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

دوسرے مقام پر اعلی حضرت امام اہل سنت مجدد دین ملت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: " عورت کا خوش الحانی سے بآواز ایسا پڑھنا کہ نامحرموں کو اس کے نغمہ کی آواز جائے، حرام ہے۔ نوازل امام فقیہ ابو اللیث میں ہے: "نغمۃ المرأۃ عورۃ "یعنی عورت کا خوش آواز کر کے کچھ پڑھنا عورت یعنی محلِ ستر ہے۔

کافی امام ابو البرکات نسفی میں ہے: "لا تلبی جھراً لان صوتھا عورۃ "یعنی عورت بلند آواز سے تلبیہ نہ پڑھے، اس لیے کہ اس کی آواز قابلِ ستر ہے۔" (فتاوی رضویہ جلد22، ص242، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

واللہ اعلم ورسولہ عزوجل وصلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم

کتبـــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

عبدہ المذنب محمد نوید چشتی عفی عنہ

03ذو القعدۃ الحرام1436ھ19اگست2015ء

الجواب صحیح

ابو الصالح محمد قاسم قادری

دار الافتاء اہلسنت (دعوتِ اسلامی)
Dar-ul-ifta Ahl-e-sunnat

ریفرینس نمبر: Lar6671　　تاریخ: 10-07-2017

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عورت کا جوڑا باندھنا کیسا اور نماز کا حکم؟

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا عورت کے لیے سر پر جُوڑا باندھنا جائز ہے اور اس حال میں نماز ادا کرنا کیسا ہے؟ بعض لوگ اس طرح کی ایک روایت بیان کرتے ہیں کہ "قُربِ قیامت عورتوں کے سر اونٹنیوں کے کوہانوں کی طرح ایک طرف جھکے ہوں گے" اور اس سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ عورت کا اپنے سر پر جُوڑا باندھنا حرام ہے۔ اگر یہ روایت درست ہے، تو کیا اس میں اونٹنیوں کے کوہانوں کی طرح سر ہوں گے، اس سے مراد عورتوں کے جُوڑے ہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

عورت کا سر پر جُوڑا باندھنا شرعاً جائز ہے اور اس کے لیے اس حالت میں نماز ادا کرنا بغیر کسی کراہت کے جائز ہے، البتہ مردوں کو حالتِ نماز میں جُوڑا باندھنا ممنوع ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ مصنف عبد الرزاق میں ہے: "عن أبي رافع قال: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يصلي الرجل ورأسه معقوص" ترجمہ: حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد کو اس حال میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا کہ اس نے سر کے بالوں کا جُوڑا بنایا ہو۔ (مصنف عبد الرزاق الصنعانی، جلد2، صفحہ183، المجلس العلمی)

حضرت علامہ زین الدین محمد المدعو بعبد الرؤوف المناوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی:1031ھ) فیض القدیر میں اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں: "قال الزين العراقي: والنهي خاص بالرجل دون المرأة" ترجمہ: امام زین عراقی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: (نماز میں جُوڑا باندھنے کی) ممانعت مردوں کے ساتھ خاص ہے نہ کہ عورتوں سے۔ (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، باب المناھی، جلد6، صفحہ348، مطبوعہ مصر)

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مجددِ دین وملت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "جُوڑا باندھنے کی کراہت مرد کے لیے ضرور ہے"۔ حدیث میں صاف نہی الرجل ہے۔ عورت کے بال عورت ہیں، پریشان ہوں گے، تو انکشاف کا خوف ہے اور چوٹی کھولنے کا اسے غسل میں بھی حکم نہ ہوا کہ نماز میں کف شعر گندھی چوٹی میں ہے، جب اس میں حرج نہیں، جُوڑے میں کیا حرج ہے۔ مرد کے لیے ممانعت میں حکمت یہ ہے کہ سجدے میں وہ بھی زمین پر گریں اور اس کے ساتھ سجدہ کریں کمافی المرقاۃ وغیرہ اور عورت ہرگز اس کی مامور نہیں لاجرم امام زین الدین عراقی نے فرمایا: ھو مختص بالرجال دون النساء۔ (فتاوی رضویہ جلد7، صفحہ298 رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

رہی بات سوال میں مذکور حدیث پاک کی۔ یہ روایت درست ہے اور اس مفہوم کی روایت کئی کُتبِ احادیث جیسے صحیح مسلم، مسند احمد، مسند ابی یعلی، صحیح ابن حبان، المعجم الاوسط، السنن الکبری للبیہقی، شعب الایمان وغیرہ کتب میں موجود ہے۔

اوراس حدیث کے یہ الفاظ کہ "ان عورتوں کے سر بختی اونٹنیوں کے کوہانوں سے مشابہ ہوں گے "اس جملے کی شرح میں شارحینِ حدیث کے کئی اقوال ہیں۔ بعض شارحین نے جو اس کی شرح جُوڑے سے کی ہے ، مرادوہ جُوڑاہے ، جو سر پر بالوں کے اوپر کوئی کپڑالپیٹ کر اتنا بلند کر لیا جائے کہ وہ مردوں کے عمامے سے مشابہ ہوجائے یابے جا اسراف کر کے بالوں پر کپڑالپیٹاجائے یاتھوڑے بالوں کا کپڑے کے ساتھ یوں جوڑابنانا کہ لوگوں کودھوکا ہو کہ یہ مکمل جُوڑابالوں کا ہے یابطورِ تکبر جُوڑاباندھنا اور یہ سب کام مردوں سے مشابہت، اسراف،لوگوں کو دھوکا دینااور تکبر کرنا، حرام ہیں۔

حضرت علامہ شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ اس حدیث کے الفاظ (رؤوسهن كأسنمة البخت المائلة) کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں:"ارادبه انهن يغطين رؤوسهن بالخمر والعمامة والعصابة حتى تشبه اسنمة البخت۔۔۔ويجوزان يقال : اراد بقوله (رؤوسهن كأسنمة البخت) انهن يكثرن عقاص شعورهن حتى بالاسنمة "ترجمہ:وہ عورتیں اپنے دوپٹوں، عماموں اور پٹیوں کے ساتھ اپنے سروں کوڈھانپ لیں گی حتی کہ وہ اونٹنیوں کے کوہانوں سے مشابہ ہوجائیں گے اور یہ بھی کہاجاسکتاہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس فرمان کہ ان عورتوں کے سر بختی اونٹنیوں کی طرح ہوں گے ،سے مرادیہ ہے کہ وہ عورتیں اپنے بالوں کے جُوڑے کثرت سے بنائیں گی، یہاں تک کہ وہ کوہانوں سے مشابہ ہوجائیں گے۔ (لمعات التنقیح فی شرح مشکوۃ المصابیح، جلد6، صفحہ334، مبطوعہ کندھار)

فیض القدیر شرح الجامع الصغیر میں زین الدین محمد المدعو بعبد الرؤوف المناوی القاہری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی:1031ھ) تحریر فرماتے ہیں :

"وفى رواية كأسنمة البخت أي اللائي يجعلن على رؤوسهن ما يكبرها ويعظمها من الخرق والعصائب والخمر حتى تصير تشبه العمائم قال ابن العربي: وهذا كناية عن تكبير رأسها بالخرق حتى يظن الرائي أنه كله شعر وهو حرام۔۔۔ وهن ارتكبن عدة محرمات: التشبه بالرجال والاسراف والاعجاب وغيرها"یعنی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ ان کے سر بختی اونٹنیوں کی کوہانوں کی طرح ہوں گے یعنی وہ اپنے سروں پر کوئی ایسی چیز رکھیں گی، جو اسے اونچا کر دے اور کپڑوں ،پٹیوں اور دوپٹوں کے ساتھ سروں کی بلندی اتنی ہوگی، حتی کہ وہ مردوں کے عماموں کے مشابہ ہوجائیں گے۔امام ابن عربی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:(اونٹنیوں کے کوہانوں کی طرح سر ہوں گے)یہ کنایہ ہے اس بات سے کہ وہ اپنے سروں کو کپڑے سے اونچا کریں گی کہ دیکھنے والاگمان کرے گا کہ یہ تمام بال ہیں اور یہ (لوگوں کو دھوکے میں ڈالنا) حرام ہے۔۔۔ یہاں انہوں نے متعدد حرام افعال کا ارتکاب کیا: مردوں سے مشابہت، اسراف اور غرورو تکبر وغیرہ۔

(فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، جلد1، صفحہ306، المکتبۃ التجاریۃ الکبری، مصر)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبــــــــــــہ

محمد ہاشم خان عطاری مدنی

15شوال المکرم1438ھ/10جولائی2017ء

(دعوتِ اسلامی)

Dar-ul-ifta Ahl-e-sunnat

ریفرینس نمبر: Aqs 1237　　بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ　　تاریخ: 02-01-2018

عورت کا مردانہ لباس، سوئٹر پہننا کیسا؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ گھر میں عام طور پر خواتین سردی کے وقت جو بھی سوئٹر ہاتھ میں آئے، پہن لیتی ہیں اور عموماً مردوں کے ہی سوئٹر میسر آتے ہیں، تو کیا عورتوں کو ایسے سوئٹر پہننا جائز ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

عورت کو مردانہ لباس یا جوتے پہننا ناجائز وگناہ ہے، کیونکہ مردوں کی مشابہت اسے اختیار کرنے کی سختی سے ممانعت ہے اور ایسی عورتوں پر لعنت ہوتی ہے، لہذا مردانہ سوئٹر پہننا بھی جائز نہیں ہے اگرچہ گھر کی چار دیواری میں ہی پہنتی ہو۔

سنن ابو داؤد میں ہے: ”عن ابن أبي مليكة قال قيل لعائشة رضي الله عنها إن امرأة تلبس النعل فقالت لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم الرجلة من النساء“ ترجمہ: ابن ابی ملیکہ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کی گئی کہ ایک عورت (مردانہ) جوتا پہنتی ہے، تو آپ نے ارشاد فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردانہ جوتا پہننے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب فی لباس النساء، جلد4، صفحہ105، دار الکتاب العربی، بیروت)

اس میں لفظ الرجلۃ کی تشریح کو فیض القدیر میں یوں بیان کیا گیا ہے: ”تتشبه بالرجال في زيهم أو مشيهم أو رفع صوتهم أو غير ذلك“ ترجمہ: جو عورت مردوں سے ان کی وضع، چلنے، آواز بلند کرنے وغیرہ میں مشابہت اختیار کرے۔

(فیض القدیر، حرف اللام، جلد5، صفحہ343، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

امام اہل سنت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: ”مرد کو عورت، عورت کو مرد سے کسی لباس، وضع، چال، ڈھال میں بھی تشبہ حرام نہ کہ خاص صورت وبدن میں۔“

(فتاوی رضویہ، جلد22، صفحہ664، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

سیدی اعلی حضرت علیہ الرحمۃ سے سوال ہوا: "ایڑی والی جوتی یعنی مثل جوتی مردوں کے عورت پہن لے، تو درست ہے یا نہیں؟ مردانی جوتی عورت نمازی کے واسطے پاؤں کو ناپاکی سے بچانے کے لئے بہت خوب ہے۔ خیر جیسا شریعت میں حکم ہو۔"

آپ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا: " ناجائز۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: لعن اللہ المتشبھات من النساء بالرجال والمتشبھین من الرجال بالنساء رواہ الائمۃ احمد والبخاری وابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما۔ ترجمہ: اللہ کی لعنت ان عورتوں پر، جو مردوں سے مشابہت اختیار کریں اور ان مردوں پر، جو عورتوں سے مشابہت اختیار کریں۔ اسے ائمہ کرام مثلاً: امام احمد، امام بخاری، ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: لعن اللہ الرجل یلبس لبسۃ المراۃ والمرأۃ تلبس لبسۃ الرجل۔ رواہ ابوداؤد والحاکم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند صحیح۔ ترجمہ: اللہ تعالیٰ اس مرد پر لعنت کرے، جو عورت جیسا لباس پہنے اور اس عورت پر بھی لعنت کرے، جو مرد جیسا لباس پہنے۔ ابو داؤد اور حاکم نے صحیح سند سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔" (فتاوی رضویہ، جلد 22، صفحہ 173، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبــــــــــــــــــہ

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

ابو حذیفہ محمد شفیق عطاری مدنی

14 ربیع الآخر 1439ھ/02 جنوری 2018ء

الجواب صحیح

ابو الصالح محمد قاسم قادری

ریفرینس نمبر: Lhr 5426　بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ　تاریخ: 21.11.2015

عورتوں کا چراغاں دیکھنے کے لیے نکلنا کیسا؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر ہمارے گاؤں کی گلیوں اور بازاروں میں چراغاں کیا جاتا ہے، جس کو دیکھنے کے لیے 13 اور 14 ربیع النور کو لوگ بازاروں اور گلیوں میں جمع ہوتے ہیں اور مرد و عورتوں کا جمِ غفیر ہوتا ہے۔ اس جمِ غفیر میں مرد و عورتوں کا اختلاط بھی ہوتا ہے۔ عورتوں میں بعض بے پردہ اور بعض باپردہ ہوتی ہیں۔ شرعی لحاظ سے یہ کیسا ہے؟ اگر درست نہیں ہے، تو عورتوں کو بھی ایسی سجاوٹ دیکھنے کی خواہش ہوتی ہے، اس خواہش کو کیسے پورا کیا جائے؟

بسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

عورتوں کا چراغاں دیکھنے کے لیے گھر سے بے پردہ نکلنا ناجائز و حرام ہے اور چونکہ اس جمِ غفیر میں مرد و عورت کا اختلاط بھی ہوتا ہے، لہٰذا باپردہ نکلنے کی بھی اجازت نہیں ہے اور اللہ اور اُس کے رسول نے ہمیں شریعت پر عمل کرنے کا حکم فرمایا ہے، اپنی خواہش پر عمل کرنے کا نہیں فرمایا، لہٰذا حکمِ شریعت پر عمل کرنا چاہیے اور نفس کی جو خواہش شریعت کے خلاف ہو، اُس سے بچنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَ قُلۡ لِّلۡمُؤۡمِنٰتِ یَغۡضُضۡنَ مِنۡ اَبۡصَارِهِنَّ وَ یَحۡفَظۡنَ فُرُوۡجَهُنَّ وَ لَا یُبۡدِیۡنَ زِیۡنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنۡهَا وَ لۡیَضۡرِبۡنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰی جُیُوۡبِهِنَّ وَ لَا یُبۡدِیۡنَ زِیۡنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوۡلَتِهِنَّ اَوۡ اٰبَآئِهِنَّ اَوۡ اٰبَآءِ بُعُوۡلَتِهِنَّ اَوۡ اَبۡنَآئِهِنَّ اَوۡ اَبۡنَآءِ بُعُوۡلَتِهِنَّ اَوۡ اِخۡوَانِهِنَّ اَوۡ بَنِیۡۤ اِخۡوَانِهِنَّ اَوۡ بَنِیۡۤ اَخَوٰتِهِنَّ اَوۡ نِسَآئِهِنَّ اَوۡ مَا مَلَکَتۡ اَیۡمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِیۡنَ غَیۡرِ اُولِی الۡاِرۡبَۃِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفۡلِ الَّذِیۡنَ لَمۡ یَظۡهَرُوۡا عَلٰی عَوۡرٰتِ النِّسَآءِ وَ لَا یَضۡرِبۡنَ بِاَرۡجُلِهِنَّ لِیُعۡلَمَ مَا یُخۡفِیۡنَ مِنۡ زِیۡنَتِهِنَّ﴾ ترجمہ کنز الایمان: اور مسلمان عورتوں کو حکم دو کہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی پارسائی کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ نہ دکھائیں، مگر جتنا خود ہی ظاہر ہے اور دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں اور اپنا سنگھار ظاہر نہ کریں، مگر اپنے شوہروں پر یا اپنے باپ یا شوہروں کے باپ یا اپنے بیٹے یا شوہروں کے بیٹے یا اپنے بھائی یا اپنے بھتیجے یا اپنے بھانجے یا اپنے دین کی عورتیں یا اپنی کنیزیں، جو اپنے ہاتھ کی ملک ہوں یا نوکر، بشرطیکہ شہوت والے مرد نہ ہوں یا وہ بچے، جنہیں عورتوں کی شرم کی چیزوں کی خبر نہیں اور زمین پر پاؤں زور سے نہ رکھیں کہ جانا جائے ان کا چھپا ہوا سنگھار۔ (پ18، سورۃ النور، آیت 31)

صدر الافاضل حضرت علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی ﴿وَلَا یَضۡرِبۡنَ بِاَرۡجُلِهِنَّ لِیُعۡلَمَ مَا یُخۡفِیۡنَ مِنۡ زِیۡنَتِهِنَّ﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''یعنی عورتیں گھر کے اندر چلنے پھرنے میں بھی پاؤں اِس قدر آہستہ رکھیں کہ ان کے زیور کی

جھنکار نہ سُنی جائے۔ مسئلہ: اِسی لئے چاہئے کہ عورتیں باجے دار جھانجھن نہ پہنیں۔ حدیث شریف میں ہے: "اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس قوم کی دُعا نہیں قبول فرماتا، جن کی عورتیں جھانجھن پہنتی ہوں۔" اس سے سمجھنا چاہئے کہ جب زیور کی آواز عَدَمِ قبولِ دُعا (یعنی دعا قبول نہ ہونے) کا سبب ہے، تو خاص عورت کی (اپنی) آواز (کا بِلا اجازتِ شَرعی غیر مردوں تک پہنچنا) اور اس کی بے پردَگی کیسی موجِبِ غَضَبِ الٰہی (عزوجل) ہوگی؟ پردے کی طرف سے بے پروائی تباہی کا سبب ہے۔ (تفسیر احمدی وغیرہ)"

(تفسیر خزائن العرفان، سورۃ النور، ص656، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

ابوداؤد شریف میں ہے: "عن حمزة بن أبی أسید الأنصاری عن أبیه أنه سمع رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقول: وھو خارج من المسجد فاختلط الرجال مع النساء فی الطریق فقال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم للنساء: استأخرن فانه لیس لکن أن تحققن الطریق علیکن بحافات الطریق فکانت المرأة تلتصق بالجدار حتی ان ثوبھا لیتعلق بالجدار من لصوقھا به"

ترجمہ: روایت ہے حضرت ابواُسید انصاری سے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد سے نکل رہے تھے، تو راستہ میں مرد عورتوں کے ساتھ خلط ملط ہوگئے، تو عورتوں سے فرمایا: تم پیچھے رہو، تمھیں یہ حق نہیں، کیونکہ تمہارے لیے بیچ راستہ میں چلنا مناسب نہیں، تم راستہ کے کنارے اختیار کرو، پھر عورت دیواروں سے مل کر چلتی تھی حتی کہ اس کا کپڑا دیوار سے اُلجھتا تھا۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی مشی النساء مع الرجال، ج4، ص369، مطبوعہ بیروت)

امام اہلسنت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: "بے پردہ بایں معنی کہ جن اعضاء کا چھپانا فرض ہے، ان میں سے کچھ کھلا ہو، جیسے سر کے بالوں کا کچھ حصہ یا گلے یا کلائی یا پیٹ یا پنڈلی کا کوئی جز، تو اس طور پر تو عورت کو غیر محرم کے سامنے جانا مطلقاً حرام ہے خواہ وہ پیر ہو یا عالم ہو یا عامی جوان ہو یا بوڑھا۔" **(فتاوی رضویہ، ج22، ص240، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)**

مفتی اعظم پاکستان مفتی وقارالدین علیہ رحمۃ اللہ المبین فرماتے ہیں: "بے حجابانہ طور پر عورتوں کا (گھر سے) نکلنا ناجائز وحرام ہے۔ اوران کے لئے سخت وعید ہے۔" **(وقار الفتاوی، ج3، ص148، بزم وقار الدین، کراچی)**

امیر اہلسنت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی دامت برکاتہم العالیۃ فرماتے ہیں: "چَراغاں دیکھنے کے لیے عورتوں کا اَجنبی مردوں میں بے پردہ نکلنا حرام وشَرمناک، نیز باپردہ عورتوں کا بھی مروَّجہ انداز میں مردوں میں اختلاط (یعنی خَلط مَلط ہونا) انتہائی افسوس ناک ہے۔" **(صبح بہاراں، ص23، مکتبۃ المدینہ، کراچی)**

واللہ اعلم عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــہ

محمد ہاشم خان عطاری مدنی

08صفر المظفر 1437ھ 21نومبر 2015ء